بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

ظاہری عبادات و ارکان دین نماز روزہ اور شعائر اسلام سے عدم اعتناء کا رجحان مسلمانوں میں بڑھتا جا رہا ہے۔ مسلم آبادی کا ایک بڑا حصہ رفتہ رفتہ عملاً ان کو خیرباد کہہ رہا ہے۔ یہ بلاشبہہ مسلم سوسائٹی کا ایک المیہ ہے۔ لیکن ستم بالائے ستم یہ کہ مسلمانوں میں ایک طبقہ ایسا بھی پیدا ہو رہا ہے جو فکری طور پر ان ارکان و عبادات کا قائل ہی نظر نہیں آتا ہے۔

دینی اعتبار سے مسلم معاشروں میں انحطاط کی جو رفتار رہی ہے اس کا اندازہ لگانے کے لئے حال اور ماضی قریب کے کچھ برسوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حالت ناگفتہ بہ ہے۔ زیادہ دنوں کی بات نہیں کہ ظاہراً مسلمان کہلانے کے لئے ان ظاہری ارکان و عبادات کی پابندی ضروری خیال کی جاتی تھی۔ دیندار اور بے دین میں فرق کے لئے ان کو خط فاصل کا درجہ حاصل تھا۔ لیکن دیکھتے دیکھتے حالات کچھ سے کچھ ہو گئے۔ دین کی گرفت اتنی ڈھیلی ہو گئی کہ ان ارکان و عبادات کا ترک کوئی بڑی بات نہیں رہی۔ کوئی نماز پڑھے یا نہ پڑھے، روزہ رکھے یا نہ رکھے، زکوٰۃ دے یا نہ دے، اس کے مسلمان ہونے کا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ پھر بھی لوگ اتنے جسوری

اور بے باک نہیں ہیتے کہ اگر کوئی ٹوک دے تو شرمندہ نہ ہوں، بلکہ الٹا بحث وجدال پر آمادہ ہو جائیں۔ اس وقت کیفیت یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک قلیل تعداد کو چھوڑ کر جو صوم وصلوٰۃ کی پابندی کرتے ہیں اکثریت بلا ادنیٰ شائبہ احساس ندامت، بلا خوفِ لومۃ لائم، اطمینان قلب کے ساتھ، ان ارکان کے ترک کی عادی ہو چکی ہے۔ حالانکہ ان ظاہری ارکان کی ظاہری پابندی وہ کم سے کم دینداری ہے جس کا اسلام ایک مسلمان سے تقاضا کرتا ہے۔

ارکان دین کی پابندی سے عملاً آزاد لوگوں میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جس نے ایک قدم آگے بڑھا کر اپنے طرز عمل کی تائید میں طرح طرح کے دلائل پیش کرنے کی روش اپنا لی ہے۔ یہی طبقہ ہے جس نے ان لوگوں کا مذاق اڑانے کو اپنا شعار بنا لیا ہے جو ان ارکان کی پابندی کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور خود ان ارکان کے ساتھ بھی ان کا رویہ استہزاء و استخفاف کا ہوتا ہے۔ وہ بڑی آسانی سے یہ کہہ جاتے ہیں کہ یہ تو مولویوں اور ملاؤں کی اپج ہے، انہوں نے اپنے دنیوی مفاد کی خاطر ان باتوں کو جزو دین بنا رکھا ہے ورنہ دین سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ کبھی وہ ایسے لوگوں کے کردار کی آڑ میں اپنے لئے پناہ گاہ تلاش کرتے ہیں جو یہ ظاہری اعمال ادا کرنے کے ساتھ کچھ برائیوں میں ملوث رہتے ہیں۔ یہ استدلال بہت عام ہے۔ مثلاً اگر ایک آدمی نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے، حج بھی کر آیا ہے، ڈاڑھی بھی رکھی ہوئی ہے، اور اس کے ساتھ ہی وہ بعض برائیوں کا مرتکب بھی ہوتا ہے، اور یہ واقعہ ہے کہ موجودہ مسلم معاشرے میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں بلکہ ان کا بھی ایک طبقہ ہے اور یہ طبقہ اول الذکر طبقے کے مقابل تعداد میں زیادہ ہی ہوگا، اس طبقے کی اپنی نفسیات ہیں، اس کے ذہنی رویے اور عملی کردار کے بارے میں پھر کبھی بات کی جائے گی، ایسے لوگوں کی بے راہ روی اور غلط روش پر تنقید کے پردے میں بسا اوقات خود ارکان دین بلکہ دین ہی کو نشانہ

پایا جاتا ہے۔ اور اس ضمن میں بڑی عجیب و غریب باتیں کی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ایسی نماز کا کیا فائدہ۔ اس سے تو وہ بے نمازی اچھے ہیں جو بے ایمانی نہیں کرتے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ ایک سیدھا سا عام جواب ہے جو اس طبقے کا ایک عام آدمی بھی دے کر مخاطب کو خاموش کرنے کی کوشش کرے گا، اور بسا اوقات یہ جواب واقعی مسکت معلوم ہوتا ہے۔ ایک سیدھا سادہ مسلمان یہ جواب سن کر سوچنے لگتا ہے کہ بات تو ٹھیک ہی ہے، اس کی نظر اس مغالطے تک نہیں پہنچتی جو اس جواب میں چھپا ہوا ہے۔ اس طبقے کا خاص آدمی جو عربی کی شُد بُد بھی رکھتا ہو اور قرآن و حدیث کا مطالعہ بھی بقدر استشراق و بہ نظر استشراق کیا ہو تو وہ اس کے ساتھ ہی قرآن و حدیث کو کوٹ کر کے اپنے جواب کو مدلل (WELL - DOCUMENTED) بنانے کی کوشش کرے گا۔ وُہ "ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر" کی آیت پڑھ کر اپنے جواب کا صغریٰ کبریٰ یوں مرتب کرے گا۔ "آپ جس نماز کی بات کرتے ہیں اس کے لئے آپ کا قرآن (میرا اور آپ کا، اس کا نہیں) کہتا ہے کہ وہ برائیوں سے روکتی ہے، آپ کا مسلمان نمازیں بھی پڑھتا ہے اور دنیا جہان کی برائیاں بھی کرتا ہے، ہم نماز نہیں پڑھتے مگر برائیوں سے بچتے ہیں، ہم اچھے ہیں یا وہ مسلمان جو نمازیں پڑھتے ہیں اور برائیاں کرتے ہیں"۔ اس گفتگو میں اس کالب و لہجہ طنز اور طعن و تشنیع سے بھرا ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی زیادہ منہ پھٹ ہو تو یہ کہنے سے بھی دریغ نہیں کرتا کہ یہ برائیاں تمہاری نماز سکھاتی ہے۔ اور کبھی یہ لے بڑھ کر اصل دین تک پہنچ جاتی ہے۔

یہ داستان یہیں ختم نہیں ہو جاتی لیکن مقصد داستان سرائی نہیں۔ بلکہ اس لمیے کی طرف اشارہ کرنا ہے جو مسلم معاشرہ کو اس وقت لاحق ہے اور جو مسلمانوں کی غفلت کی وجہ سے سرطان کی طرح بڑھ اور پھیل رہا ہے۔ اس داستان کو یہیں ختم کر کے اصل مسئلے کی طرف آنا چاہئے۔ ارکان دین میں سے نماز کو لے کر ہم نے

بحث کا آغاز کیا تھا۔ نماز ہی کے حوالہ سے آگے بھی گفتگو جاری رکھی جائے تو بہتر ہے باقی ارکان وشعائر کو اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

پہلا سوال، جو ایک مخلص، نیک اور سچے مسلمان کو بھی الجھن میں ڈال دیتا ہے یہ ہے کہ نماز اور برائی دونوں ایک آدمی میں کیونکر جمع ہو جاتی ہیں، جبکہ خود قرآن کی تصریحات اس کی نفی کرتی ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ نماز منکر سے روکتی ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ایک آدمی نماز بھی پڑھتا ہے اور ساتھ ہی برائی کا ارتکاب بھی کرتا ہے۔ یہ سوال بادی النظر میں وزنی معلوم ہوتا ہے، لیکن اس کی حقیقت مغالطے سے زیادہ نہیں، جو کم علمی سے لاحق ہوتا ہے۔ عمل کا مدار نیت پر ہے۔ کوئی عمل فی نفسہ کیسا ہی اچھا ہو اس کا فائدہ انسان کے ذاتی ارادے پر موقوف ہے۔ امام بخاری نے اپنی کتاب کے آغاز میں جو حدیث نقل کی ہے اور جس کو انہوں نے فاتحۃ الکتاب کے طور پر درج کیا ہے، غور کیا جائے تو اس میں زندگی اور دنیائے عمل کا ایک بنیادی فلسفہ ہے۔ ہماری مراد بخاری شریف کی اس حدیث سے ہے۔ "انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرأ مانوی۔ الخ" بات فقط اسی قدر نہیں کہ اس قسم کے نمازیوں میں نماز سے فائدہ حاصل کرنے کی نیت نہیں ہوتی۔ انسان کا کوئی عمل خالی از مقصد نہیں ہوتا، برائیوں سے بچنا جن کا مقصد نہیں ہوتا نماز سے ان کا مقصد برائیوں کے ارتکاب میں مدد حاصل کرنا ہوتا ہے یا ان پر پردہ ڈالنا ہوتا ہے۔ وہ نماز سے اپنی بداعمالیوں کے لئے ڈھال کا کام لیتے ہیں۔ اس شخص کی نماز میں کہاں سے "تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر" کی کیفیت پیدا ہو گی جو مسجد جا کر نمازیوں کی صف میں اس لئے کھڑا ہو جاتا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد جوتا چرائے۔ اس جوتا چور کی نماز کو آڑ بنا کر اگر کوئی شخص نمازی، نماز یا خود دین پر زبان طعن دراز کرے تو اس میں وہ کہاں تک حق بجانب ہے، آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ طعن فی الدین سے تفریح طبع کا سامان کرنے والا تو یہی کہے گا کہ نمازی جوتا چور ہوتے ہیں۔ مگر حقیقت اور

واقعہ یہ ہے کہ ایک جوتا چور نے نماز پڑھی اور وہ بھی اس لئے کہ اسے جوتے کی چوری میں اس سے کام لینا تھا۔ آج کل تاجروں اور دوکانداروں میں یہ بات بکثرت نظر آتی ہے، وضع قطع اور ظاہری اعمال کے اعتبار سے ان میں کہیں سے کوئی کمی نہیں ہوگی۔ مگر معاملت اور لین دین میں انتہائی گراوٹ کے کام کریں گے۔ انہوں نے دین کو یا دینی شعائر کو بھی مال تجارت بنا رکھا ہے۔ لیکن اس میں دینی شعائر یا دین کا کیا قصور ہے۔ دین کوئی میکانکی عمل نہیں۔ یہ خدا اور بندے کے درمیان ذہنی فکری اور روحانی تعلق کا نام ہے۔ اس تعلق کو قائم کرنا یا نہ کرنا بندے کا اپنا ارادی اور خود اختیاری عمل ہے۔ نماز روزہ کی حیثیت اس تعلق کو قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لئے مقررہ وظائف (PRESCRIBED COURSES) کی ہے جن کا مدار انسان کی اپنی نیت اور ارادے پر ہے۔